جنگ
میلاد مصطفیٰ ﷺ ایڈیشن

”جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام“

علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی

"المنجد" میں لفظ "العید" کے سامنے درج ہے: "ہر وہ دن جس میں کسی بڑے آدمی یا کسی بڑے واقعے کی یاد منائی جائے۔ کہتے ہیں کہ عید کو اس لیے عید کہتے ہیں کہ وہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے۔" (ص 852 مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)۔ علمی اردو لغت میں ہے: "عید۔ لغوی معنی جو بار بار آئے۔ تیو ہار، جشن، خوشی کا دن"۔ (ص 1027، مطبوعہ علمی کتب خانہ۔ لاہور)

ہر مومن بخوبی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ ہمارے پیارے نبی پاک ﷺ ہیں۔ ان کے برابر تو کیا کوئی ان کے مثل بھی نہیں۔ وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اللہ کریم جل شانہٗ کا ارشاد ہے: لولاک لما اظہرت الربوبیۃ۔ اگر آپ ﷺ کو نہ بناتا تو اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔ بلاشبہ میرے پیارے نبی پاک ﷺ باعث تخلیق کائنات ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی اس کائنات میں مجسم ہو کر تشریف آوری سب سے اہم اور بڑا واقعہ ہے۔ ان کی ولادت کی خوشی اور جشن کو "عید میلاد النبی ﷺ" کہا جاتا ہے۔ عید میلاد النبی سب سے بڑی عید ہے اور تمام عیدیں اسی عید کا صدقہ و طفیل ہیں کیوں کہ وہ نہ ہوتے تو نہ عید الفطر ہوتی، نہ ہی عید الاضحیٰ ہوتی، نہ ہی کوئی عید منانے والا ہوتا۔

لفظ "میلاد" بھی عربی ہی کا لفظ ہے۔ المنجد میں "المیلاد" کے سامنے درج ہے: "پیدائش کا وقت" (ص 1396)۔ عربی میں برتھ سرٹیفکیٹ کو "شہادۃ میلاد" کہتے ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ پیدا ہونے کا تصور ہی مخلوق کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ خالق ہے اور اس کی شان ہے: لم یلد ولم یولد۔ یوں واضح ہو گیا کہ میلاد منانے والے لوگ اپنے نبی پاک ﷺ کو مخلوق مانتے ہیں ورنہ میلاد نہ مناتے۔ میلاد منا کر وہ یہی اعلان و اظہار کرتے ہیں کہ وہ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا عبد مقدس جانتے مانتے ہیں۔

میلاد شریف کا لفظ ہر اس محفل و مجلس پر بھی بولا جاتا ہے جس میں رسول کریم ﷺ کی تشریف آوری کا بیان اور ان کا مبارک ذکر ہو۔ اہل ایمان ماہ ربیع الاول میں بالخصوص اور سال بھر بالعموم محافل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں بلکہ اپنی ہر خوشی میلاد شریف منا کر شروع کرتے ہیں۔ نبی کا یوم ولادت کس قدر مبارک اور اہم ہے اس کا اندازہ قرآن کریم کی اس آیت سے کیا جائے: وسلٰم علیہ یوم ولد۔ اور سلام ہو اس پر جس دن پیدا ہوا۔ (مریم 15:) سورۂ ابراہیم کی آیت 5 میں ہے: وذکرھم بایام اللہ۔ اور یاد دلاؤ انہیں اللہ تعالیٰ کے دن۔ اس کی تفسیر میں تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر خاص انعامات فرمائے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ رسول کریم ﷺ تمام نعمتوں کی اصل اور سب سے بڑی نعمت ہیں اور ان کی تشریف آوری کا دن ایام اللہ میں سب سے اہم دن ہے۔ قرآن کریم ہی میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا خوب چرچا کرنے کا واضح بیان ہے: واما بنعمۃ ربک فحدث (سورۂ ضحیٰ 11:) قرآن کریم ہی میں ارشاد ربانی ہے: قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون۔ اے حبیب (ﷺ) آپ فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت (ملے) پر ضروری ہے کہ خوشیاں مناؤ وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے (جو وہ جمع کرتے ہیں)۔ (سورۂ یونس 58:) قرآن کریم میں ہے: فاذکروا آلاء اللہ لعلکم تفلحون (اعراف 69:) پس یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ رسول کریم ﷺ تمام نعمتوں کا مصدر ہیں اور نعمت عظمیٰ ہیں۔

پس مجموعہ تمام تفاسیر کا تمام دنیوی رحمتیں اور دینی رحمتیں ہوا۔ اس مقام پر ہر چند کہ آیت کے سیاق پر نظر کرنے کے اعتبار سے قرآن مجید مراد ہے لیکن اگر ایسے معنی عام مراد لیے جائیں کہ قرآن مجید بھی اس کا ایک فرد رہے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ وہ یہ ہے کہ فضل اور رحمت سے مراد حضور (ﷺ) کا قدوم مبارک لیا جائے۔ اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی اور اس میں قرآن مجید بھی ہے، سب اس میں داخل ہو جائے گی۔ اس لیے کہ حضور (ﷺ) کا وجود باجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور مادہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا۔ پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہو جائے گی۔ پس اس تفسیر کی بناء پر حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ ہم کو حق تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے وجود باجود پر خواہ وجود نوری ہو یا ولادت ظاہری اس پر خوش ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ حضور (ﷺ) ہمارے لیے تمام نعمتوں کے واسطہ ہیں۔ حتیٰ کہ ہم کو جو روٹیاں دو وقت مل رہی ہیں اور عافیت اور تن درستی اور ہمارے علوم یہ سب حضور (ﷺ) ہی کی بدولت ہیں اور یہ نعمتیں تو وہ ہیں جو عام ہیں اور سب سے بڑی دولت ایمان ہے جس کا حضور (ﷺ) سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔ غرض اصل الاصول تمام مواد فضل و رحمت کی حضور (ﷺ) کی ذات بابرکات ہوئی۔ پس ایسی ذات بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرح ہو کم ہے۔ بہرحال اس آیت سے عموماً یا خصوصاً یہ ثابت ہوا کہ اس نعمت عظمیٰ پر خوش ہونا چاہیے اور ثابت بھی ہوا نہایت بلیغ طرز سے۔ اس لیے کہ اول تو جار مجرور بفضل اللہ کو مقدم لائے کہ جو مفید حصر کو ہے۔ اس کے بعد رحمت پر پھر جار کا اعادہ فرمایا کہ جس سے اس میں استقلال کا حکم پیدا ہو گیا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کو مزید تاکید کے لیے فبذلک سے مکرر ذکر فرمایا اور فبذلک پر جار اور فاء عاطفہ لائے تاکہ اس میں اور زیادہ اہتمام ہو جائے۔ پھر نہایت اہتمام در اہتمام کی غرض سے فلیفرحوا پر فاء لائے کہ جو مشیر ہے ایک شرط مقدر کی طرف اور وہ ان فرحوا ہی ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ اگر کسی شے کے ساتھ خوش ہوں تو اللہ ہی کے فضل اور رحمت کے ساتھ پھر اسی کے ساتھ خوش ہوں یعنی اگر دنیا میں کوئی شے خوشی کی ہے تو یہی نعمت ہے اور اس کے سوا کوئی شے قابل خوشی کے نہیں ہے اور اس سے بدلالۃ النص یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے بہتر ہے لیکن چوں کہ ہم لوگوں کی نظروں میں دنیا اور دنیا ہی کی نعمتیں ہیں اور اسی میں ہم کو انہماک ہے، اس لیے اس پر بس نہیں فرمایا آگے اور نعمتوں پر اس کی تفضیل کے لیے صراحتاً ارشاد ہوا: ھو خیر مما یجمعون۔ یعنی یہ نعمت ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن کو لوگ جمع کرتے ہیں یعنی دنیا بھر کی نعمتوں سے یہ نعمت افضل و بہتر ہے پس جس نعمت پر حق تعالیٰ اس شد و مد کے ساتھ خوش ہونے کا حکم فرما دیں وہ کس طرح خوش ہونے کے قابل نہ ہوگی؟ یہ حاصل ہوا اس آیت کا جو بحث ہے اس پر کہ فضل اور رحمت سے حضور ﷺ مراد لیے جائیں۔

دوسرے مقام پر اس سے بھی صاف ارشاد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی خوشی کی شے دنیا میں اگر ہے تو حضور (ﷺ) ہی ہیں اور اس میں باب الفرح یعنی حضور (ﷺ) کے وجود باجود پر جو خوشی کا امر ہے وہ کس بناء پر اور حیثیت و جہت فرح کی کیا ہے یہ بھی مذکور ہے۔ وہ آیت یہ ہے، ارشاد ہے: لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم آیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ "یعنی حق تعالیٰ نے مومنین پر احسان فرمایا کہ ان میں ایک رسول ان کی جنس سے بھیجا کہ وہ ان پر ان کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور ان کو ظاہری و باطنی نجاستوں و گندگیوں سے پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت سکھلاتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ایک کھلی گمراہی میں تھے۔"

اس آیت میں یتلوا علیھم آیٰتہ ویزکیھم الخ سے صاف معلوم ہوا ہے کہ اصل شے خوشی کی اور باب الفرح والسرور یہ ہے کہ حضور (ﷺ) ہمارے لیے سرمایہ ہدایت ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضور (ﷺ) کے متعلق خوش ہونے کی بہت سی چیزیں ہیں۔ مثلاً حضور (ﷺ) کی ولادت اور حضور (ﷺ) کی بعثت اور حضور (ﷺ) کے دیگر تمام حالات مثلاً معراج وغیرہ۔ یہ سب حالات واقعی خوش ہونے کے ہیں، لیکن اس حیثیت سے کہ ہمارے لیے یہ مقدمات ہیں ہدایت و سعادت ابدی کے۔ چناں چہ اس سے صاف ظاہر ہے اس لیے کہ بعثت کے ساتھ یہ صفات بھی بڑھا دی ہیں یتلوا علیھم آیٰتہ ویزکیھم الخ پس یہ قاعدہ بلاغت ثابت ہوتا ہے کہ اصل باب الفرح یہ صفات ہیں باقی ولادت شریفہ تو تبعاً یا معراج وہ باعث خوشی زیادہ اسی لیے ہیں کہ مقدمات ہیں اس دولت عظمیٰ کا۔ اس لیے کہ اگر ولادت شریفہ نہ ہوتی تو ہم کو یہ نعمت کیسے ملتی"۔ (مواعظ میلاد النبی ﷺ، ص [illegible]، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

ان کی یاد بلاشبہ دارین کی فوز و فلاح کا موجب ہے۔ جناب اشرف علی تھانوی سورۂ یونس کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: رسالہ "جمعہ کے فضائل و احکام" کے ص 4 (مطبوعہ اسلامی کتاب گھر، کراچی) پر جناب اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ "امام احمدؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا شب جمعہ کا مرتبہ لیلۃ القدر سے بھی زیادہ ہے بعض وجوہ سے اس لیے کہ اس شب میں سرور عالم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم ظاہر میں جلوہ افروز ہوئے اور حضرت (ﷺ) کا تشریف لانا اس قدر خیر و برکت دنیا و آخرت کا سبب ہوا جس کا شمار و حساب کوئی نہیں کر سکتا۔ (اشعۃ اللمعات فارسی۔ مشکوٰۃ شریف)

تھانوی صاحب، حضرت امام احمدؒ کے حوالے سے لکھ رہے ہیں کہ جس شب میں رحمۃ للعالمین حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ طیبہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک میں جلوہ افروز ہوئے وہ شب کوئی عام شب نہیں بلکہ لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے اور اس قدر افضل ہے کہ (لیلۃ القدر کی فضیلت تو ہزار ماہ سے بہتر ہے مگر) اس شب کی فضیلت اور مرتبہ کا شمار و حساب کوئی نہیں کر سکتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: "قدیم طریقے کے موافق بارہ ربیع الاول (یوم میلاد مصطفیٰ ﷺ) کو میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور آں حضرت ﷺ کی نیاز کی چیز (کھانا وغیرہ) تقسیم کی اور آپ (ﷺ) کے بال مبارک کی زیارت کروائی۔ تلاوت کے دوران (مقرب فرشتے) ملاء اعلیٰ سے (محفل میلاد میں) آئے اور رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک نے اس فقیر (شاہ ولی اللہ) اور میرے دوستوں پر نہایت التفات فرمائی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاء اعلیٰ (مقرب فرشتے) اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت (التفات نبوی ﷺ کی برکت سے) ناز و نیائش کے ساتھ بلند ہو رہی ہے اور (محفل میلاد میں) اس کیفیت کی برکات نازل ہو رہی ہیں"۔ فیوض الحرمین میں حضرت شاہ ولی اللہ نے مکہ مکرمہ میں مولد رسول ﷺ میں اہل مکہ کا میلاد شریف منانا اور انوار و برکات دیکھنا بھی نقل کیا ہے۔ خاص تاریخ کے تعین کے ساتھ میلاد شریف منانے اور میلاد شریف منانے کی برکتیں پانے کا یہ تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب القول الجلی ص 74 میں تحریر فرمایا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جناب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ انہیں روزانہ رسول کریم ﷺ کی زیارت ہوتی تھی۔ وہ شب میلاد شریف کے بارے میں اپنی کتاب ماثبت من السنۃ (مطبع قیومی، کان پور، اگست 1933ء) کے ص 82 پر فرماتے ہیں: "اگر ہم یہ کہیں کہ حضور ﷺ رات کو پیدا ہوئے تو وہ رات لیلۃ القدر سے بلاشبہ افضل ہے، کیوں کہ ولادت کی رات تو حضور ﷺ کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر آپ (ﷺ) کو عطا ہوئی اور جو چیز بسبب ظہور ذات مشرف کے مشرف ہوئی ہے وہ اس چیز سے زیادہ مشرف ہے جو کہ اسے عطا ہونے کی وجہ سے مشرف ہوئی ہو اور اس لیے کہ شب قدر تو اس واسطے مشرف ہے کہ اس میں فرشتے اترتے ہیں اور ولادت کی رات میں حضور ﷺ کے ظہور کا شرف ہے اور اس لیے شب قدر کی فضیلت امت (ﷺ) پر ہے اور ولادت کی رات کو تمام موجودات پر فضیلت ہے۔ پس نبی پاک ﷺ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام عالمین کی رحمت کے واسطے بھیجا ہے اور ان کے سبب تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوقات پر اللہ کی نعمت پوری ہوئی ہے"۔

حضرت امام ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ اپنی کتاب مورد الروی فی مولد النبوی ﷺ میں فرماتے ہیں: "قال ابن الجزری و اذا کان اھل الصلیب اتخذوا لیلۃ مولد نبیھم عید الاکبر، فاھل الاسلام اولی بالتکریم واجدر الخ" "ابن جزری کہتے ہیں کہ جب عیسائی (اہل صلیب) اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو بڑی عید مناتے ہیں تو اہل اسلام کو اہل صلیب سے زیادہ اپنے نبی کریم ﷺ کی تکریم کرنی چاہیے۔ میں کہتا ہوں چوں کہ اس بات پر یہ سوال ہوتا تھا کہ ہم اہل کتاب کی مخالفت پر مامور ہیں اور شیخ ابن جزری سے اس سوال کا جواب منقول نہیں تھا تو امام سخاوی جواب فرماتے ہیں بلکہ مشائخ اسلام کے شیخ اور اماموں کے امام ابو الفضل ابن حجر ہے جو بڑے معتبر استاد ہیں، اللہ ان کو غریق رحمت اور ساکن جنت رکھے، میلاد شریف منانے کی ایک اصل ثابت ہے جس سے ہر ایک دانا اور ذی علم استناد کر سکتا ہے اور وہ اصل یہ ہے کہ جو کہ صحیحین (بخاری و مسلم) سے ثابت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ وہ یوم عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں، یہود سے وجہ دریافت کی تو یہود نے کہا کہ یہ (یوم عاشورا) وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو دریا میں غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی، پس ہم لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس دن روزہ رکھتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے نجات پانے کی خوشی کرنے کا تم سے زیادہ حق رکھتے ہیں، چناں چہ آں حضرت ﷺ نے خود روزہ رکھا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی حکم دیا کہ وہ اس دن روزہ رکھیں اور یہ بھی فرمایا کہ آئندہ سال بشرط زندگی نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔ میں کہتا ہوں کہ اولاً حضور ﷺ نے یہود کی موافقت کی اور ثانیاً آپ (ﷺ) نے یہود کی مخالفت کی (یعنی دس محرم کے ساتھ نو محرم کا روزہ بھی رکھا) تاکہ صورت مخالفت کا بھی تحقق ہو جائے۔ شیخ ابن حجر نے کہا کہ اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا (خوشی کرنا) مستفاد ہوتا ہے۔ ایسی بات پر جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہے (معین دن میں) خواہ وہ چیز عطائے نعمت کی قسم ہو یا دفع مصیبت ہو"۔ (الدر المنظم ص 114 مطبوعہ مجتبائی دہلی)

کتاب "جمعہ کے فضائل و احکام" (مطبوعہ اسلامی کتاب گھر، کراچی) کے ص 6 پر جناب اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: "ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے ایک مرتبہ الیوم اکملت لکم دینکم کی تلاوت فرمائی۔ ان کے پاس ایک یہودی بیٹھا تھا اس نے کہا اگر ہم پر ایسی آیت اترتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت "دو عیدوں" کے دن اتری تھی، جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن۔ یعنی ہم کو (وہ دن عید) بنانے کی کیا حاجت، اس دن تو خود ہی "دو عیدیں" تھیں۔ (ترمذی، تفسیر خازن)

رسول کریم ﷺ کے چچا ابولہب کو اس کی لونڈی ثویبہ نے بتایا کہ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ کے گھر بہت خوب صورت فرزند پیدا ہوا ہے۔ ابولہب اس خبر سے اتنا خوش ہوا کہ ثویبہ کو انعام میں اپنی انگلی کے اشارے سے آزاد کر دیا۔ رسول کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو ابولہب اور اس کی بیوی نے دشمنی میں ساری زندگی صرف کر دی۔ وہ ایسا شدید کافر اور دشمن کہ اس کی مذمت میں پوری سورۃ قرآن میں نازل ہوئی لیکن صرف بھتیجا سمجھ کر میلاد مصطفیٰ کی خوشی کرنے کا اسے جو فائدہ ہوا، اس کا ذکر بخاری شریف میں ملاحظہ ہو: "جب ابولہب مرا تو اس کے گھر والوں میں سے (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسے خواب میں بہت برے حال میں دیکھا، پوچھا تم پر کیا گزری؟ ابولہب نے کہا: تم سے علیحدہ ہو کر مجھے خیر نصیب نہیں ہوئی، ہاں مجھے اس (انگلی سے) پانی ملتا ہے (جس سے میرے عذاب میں کمی ہو جاتی ہے) کیوں کہ (میں نے اس انگلی کے اشارے سے) ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ (بخاری 5101:)

امام قسطلانی، امام جزری اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے پر اپنی تحریریں یادگار بنائی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: جب کافر ابولہب بھی ولادت کی خوشی کرنے سے نوازا گیا تو نبی پاک ﷺ کی امت کے اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو نبی کریم ﷺ کے میلاد سے بہت خوش ہو کر آپ کی محبت میں اپنی استطاعت کے مطابق خوب خرچ کرتا ہے۔ مجھے قسم ہے اپنی جان کی کہ اللہ کریم کی طرف سے میلاد مصطفیٰ ﷺ منانے والے کی جزا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے اسے جنت میں داخل فرمائے گا"۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: "اس حدیث شریف میں میلاد شریف منانے والوں کے لیے روشن دلیل ہے"۔ (زرقانی، ص 139 ج 1، مدارج النبوت ص 19 ج 2)

اپنی کتاب "الدر الثمین" میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: "میرے والد ماجد (حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھے بتایا کہ میں میلاد کے دنوں میں حضور ﷺ کی خوشی میں کھانا پکواتا تھا۔ ایک سال سوائے بھنے ہوئے چنوں کے کچھ میسر نہ آیا تو وہی چنے لوگوں میں تقسیم کر دیے، تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے حضور ﷺ کے سامنے رکھے ہیں اور حضور ﷺ اس پر بہت خوش ہیں"۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال (میلاد شریف) منعقد کرتا ہوں اور قیام (کھڑے ہو کر سلام پڑھنے) میں لطف و لذت پاتا ہوں"۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ، ص 5 مطبع مجیدی کان پور، دسمبر 1921ء)

عید میلاد النبی ﷺ مناتے ہوئے چراغاں کرنا، پرچم لہرانا، درود و سلام کی وجد آفریں صدائیں بلند کرنا ہرگز بدعت نہیں، اللہ تعالیٰ کی سنت ہیں۔ علمائے دیوبند کی مصدقہ کتاب الدر المنظم میں مولانا شیخ عبدالحق محدث الہ آبادی نے تفصیل سے چوتھے باب میں ان تمام روایتوں کو بھی نقل کیا ہے جو میلاد مصطفیٰ کے وقت ظاہر ہونے والے واقعات پر مشتمل ہیں۔ ان روایتوں کے مطابق "میلاد رسول ﷺ کے وقت آسمان کے تارے حضور ﷺ کے مکان کی چھت پر سمٹ آئے اور فرشتوں نے بیت اللہ شریف اور مشرق و مغرب میں پرچم لہرائے اور ساری فضا میں حوریں اور فرشتے دست بستہ کھڑے درود و سلام کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ فرشتوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور بے پناہ خوشی کی۔ جانوروں نے بھی ایک دوسرے کو میلاد مصطفیٰ ﷺ کی مبارک باد دی۔ کعبۃ اللہ نے جھک کر سلامی کا ہدیہ پیش کیا۔ اہل باطل کے دیے بجھ گئے اور نور حق نے ہر سمت اجالا کر دیا۔" (الدر المنظم، ص 54۔ 72۔ 91۔ مواہب لدنیہ ص 57۔ مولد العروس ص 3۔ 7۔ 26۔ شواہد النبوۃ ص 55، سیرۃ حلبیہ ص 94۔ خصائص کبریٰ ص 45 ج 1۔ زرقانی ص 112، 116 ج 1)

آمد کے بعد آمد کا ذکر بھی سنت ربانی ہے: لقد جاءکم رسول (سورۂ توبہ) رسول کریم ﷺ ہی وہ ہستی ہیں جنہیں بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر اپنا احسان ظاہر فرمایا۔ "لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا"

رسول پاک ﷺ کا ذکر ان کا خالق و مالک انہیں عطا فرماتے ہوئے محاسن و محامد کے ساتھ تعظیم و تکریم سے فرماتا ہے، ہمارے لیے حکم ہے کہ ہم انہیں جب بھی پکاریں ادب اور تعظیم سے پکاریں۔ یہ وہ ہستی ہے جس کے آداب خود خالق کائنات نے تعلیم فرمائے ہیں۔ ان کی محبت اور اطاعت اور تعظیم و توقیر کے بغیر ایمان کا تصور ہی نہیں۔ ان کی آمد کی خوشی منانا بلاشبہ بہت مبارک اور سعادت ہے۔

عید کا لفظ بھی قرآن کریم میں بیان ہوا۔ سورۂ مائدہ میں ہے: اللّٰھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا وآخرنا۔ اے اللہ ہمارے رب ہم پر آسمان سے خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خوان نعمت کے نزول کے دن کے لیے "عید" ہونے کی بات کر رہے ہیں اس سے اندازہ کیا جائے کہ نعمت عظمیٰ یعنی جان رحمت، صاحب خُلقِ عظیم رسول کریم ﷺ کی تشریف آوری کا دن کتنی بڑی عید ہے۔

بخاری شریف میں درج پہلی حدیث شریف میں ارشاد نبوی ہے: انما الاعمال بالنیات۔ بے شک اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں، اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ محبت و اخلاص، تعظیم و تکریم اور عقیدت کے ساتھ ہی میلاد شریف منایا جاتا ہے اور اس کے انعقاد کا مقصد بھی نیکی و بھلائی اور خیر کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ جائز، نیک اور مستحب کام کو غلط یا برا کہنا بلاشبہ سنگین فعل ہے۔ منکرین میلاد یہ کہتے ہیں کہ اصحاب نبوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس طرح عید میلاد نہیں منائی تو ہم کیوں منائیں؟ اس کے جواب میں ان سے عرض ہے کہ کیا یہ لوگ صرف وہی کام کرتے ہیں جو اصحاب نبی نے کیے؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ پھر یہ اعتراض صرف میلاد منانے پر کیوں کیا جاتا ہے؟ منکرین میلاد سے عرض ہے کہ وہ ذمہ داری اور دیانت داری سے بتائیں کہ کیا واقعی یہ کوئی دلیل یا قانون ہے کہ جو کام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کیا، وہ کیا ہی نہیں جا سکتا؟ جب ایسا کوئی قانون اور دلیل ہے ہی نہیں تو عید میلاد النبی ﷺ منانے پر اس اعتراض کو ان کی جہالت اور عناد کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے؟ اصحاب نبوی بھی میلاد مناتے رہے۔ ملاحظہ ہو: التنویر فی مولد البشیر والنذیر اور الدر المنظم ص 95 میں احادیث نقل کی گئی ہیں: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن اپنے گھر والوں کے سامنے رسول کریم ﷺ کے واقعات ولادت بیان فرما رہے تھے اور خوشی و شادمانی کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لا رہے تھے اور رسول پاک ﷺ پر درود و سلام بھیج رہے تھے۔ اچانک رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا تمہارے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ میرا گزر حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف ہوا، ہم نے دیکھا کہ حضرت عامر اپنے خاندان اور بیٹوں کو رسول پاک ﷺ کے واقعات ولادت سکھا اور سنا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا (یعنی بارہ ربیع الاول، پیر کا دن) رسول پاک ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیے ہیں اور تمام فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا کرتے ہیں اور جو شخص تمہارا سا کام کرے گا وہ تمہارا ہی سا مرتبہ پائے گا۔

سیرت و تاریخ کی کون سی کتاب ہے جس میں میلاد مصطفیٰ ﷺ کے واقعات موجود نہیں؟ میلاد پاک کی احادیث اور واقعات قلم سے لکھنا اور شائع کرنا تو جائز ہو مگر زبان سے بیان کرنا غلط قرار دیا جائے، ایں چہ بوالعجبیست! عمارات اور اداروں کا مدت شمار کر کے جشن منایا جائے، ہر طرح تشہیر کی جائے اور اسے روا جانا جائے، مگر میلاد شریف کی محافل و مجالس پر اعتراض کیا جائے تو یہ کس قدر ظلم ہوگا؟ ہیئت کذائی کے حوالے سے جناب رشید احمد گنگوہی کے شاگرد علامہ سید حمزہ دہلوی لکھتے ہیں: "جب یہ مجلس (میلاد شریف) امور حسنہ سے مرتب ہوئی تو اس کی ہیئت کذائی [illegible] کے قبیل سے نہ ہوئی بلکہ مثل تدوین کتب احادیث و بنائے مدارس و اجرائے علوم دینیہ کے ہوئی اور یہ مجلس مظہر فضل خیر۔ جب بریانی کا طباق سامنے آتا ہے تو ہم لوگ اس کی ہیئت کذائی پر اعتراض نہیں کرتے، بلکہ جھٹ پٹ آستین چڑھا کر کلوا من الطیبات میں داخل کر لیتے ہیں، پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مجموعہ حسنات کو بھی واعملوا صالحا کے تحت میں داخل کریں۔" (الدر المنظم، ص 149)۔ مزید لکھتے ہیں: مجلس مقدس مولود عبارت مجموعہ امور خیر سے ہے، جیسا کہ کتب معتبرہ اس پر شاہد ہیں، اگر کوئی اپنی جہالت یا ہوائے نفسانی سے اس میں کچھ خرابی ملا دے تو اس شخص کے فعل کی وجہ سے (میلاد شریف کی) یہ مجلس مقدس علی الاطلاق خراب نہ کہلائے گی جس طرح نماز جو شارع کی مامور بہ اور فعل حسن ہے کسی نمازی کے خرابی ملانے سے بد نہ بن جائے گی"۔

قاعدہ شرعی ہے کہ دلیل حرمت کے لیے ہوتی ہے، حلت کے لیے نہیں۔ یعنی جو کام یا چیز منع کرنی ہو اس کی ممانعت ثابت کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت ہوگی اور جس کام یا چیز کی ممانعت نہیں وہ بجائے خود جائز ہے۔ علاوہ ازیں کسی چیز یا کام کا عدم وجوب (واجب و ضروری نہ ہونا) یا عدم منقول (تحریر میں نہ ہونا) اس کے عدم جواز (ناجائز ہونے) کی دلیل نہیں ہوتا۔ قرآن و احادیث میں کہیں عید میلاد النبی ﷺ منانے کی ممانعت مذکور نہیں بلکہ جواز ثابت ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے جسے حدیث قدسی کہا جاتا ہے یعنی فرمان خدا از زبان رسول خدا ﷺ کہ "اے حبیب ﷺ! اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔ ایک ارشاد ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق کا مرحلہ بھی نہ آتا اگر ذات مصطفیٰ ﷺ کی تخلیق نہ ہوتی۔" ان ارشادات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کائنات پست و بالا کی تخلیق کا سبب ہیں۔ یہ برگ و بار، کوہسار و ریگ زار، یہ دریا و صحرا، جن و انس، حور و غلماں، یہ چرخ و فلک، یہ ملک فلک سب نبی اور رسول تمام آقائے نامدار مدنی تاجدار، حبیب پروردگار، نبی مختار ﷺ کا صدقہ ہیں۔ حضرت شیخ سعدی شیرازی بھی کچھ یہی فرماتے ہیں:

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست
ہمہ نورہا پرتو نور اوست

انسان اول، حضرت آدم علیہ السلام ابھی مرحلہ آب و گل میں ہیں کہ میرے حضور ﷺ مرتبہ نبوت ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین کے اعزاز سے مشرف ہو چکے۔ نشر الطیب میں اشرف علی تھانوی رقم طراز ہیں کہ حضور ﷺ کی خلقت "چودہ ہزار سال" قبل آدم تو محقق ہو چکے اس سے زیادہ برسوں کی روایت ملے تو وہ بھی بے شبہ قابل تسلیم ہوگی۔ روایات شاہد ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ میدان عرفات میں قبول ہوئی اس مقام پر بلند ستون آج بھی یادگار ہے۔ جبل رحمت کے اطراف آج بھی ہر سال اہل ایمان کا ہجوم اس یادگار کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ وقوف عرفہ، فریضہ حج کا رکن اعظم ہے۔ وہاں سبزہ کے تختے نہیں بچھے ہوئے۔ گل و شجر کے جھنڈ نہیں جو کوئی خوش نما سماں پیش کرتے ہوں، حج بیت ہوا میں نہیں۔ دل لبھانے اور جی بہلانے کے دل فریب مناظر نہیں، مگر چار سمت سے ہر سال صرف صبح سے شام تک وہاں آسائشوں کے بغیر وقوف کے لیے ہر صاحب ایمان پہنچتا ہے جب مثل ماہی بے آب رہتا ہے، سفر کی صعوبت برداشت کر کے زر نقد وافر خرچ کر کے مدتوں دعائیں، آرزوئیں کر کے گریہ و زاری، عاجزی و انکساری کر کے منت مرادیں مان کے وہاں پہنچتا ان سب کو کیوں اتنا محبوب ہے؟ وہاں کے ذکر پر ان کے دل کیوں مچل جاتے ہیں؟ آنکھیں کیوں پرآب ہو جاتی ہیں، دعائیں کیوں نغمہ سرا ہو جاتی ہیں؟ ہر کسی کو خبر ہے کہ حضرت آدم و حوا ہزاروں برس پہلے وہاں جمع ہوئے تھے اب وہ اپنی مبارک قبروں میں اپنی حیات کے ساتھ آرام فرمائیں، کیا یہ سب عقل و شعور نہیں رکھتے، کیا انہیں اپنی خود اختیاری دیوانگی پر کوئی ندامت یا اس کا احساس ہوتا؟ زندگی کے باقی ایام میں اعلیٰ پوشاکیں زیب تن کرنے والے اس دن بے سلے دو شالے پر کیوں اکتفا کر لیتے ہیں؟ آخر کیوں آسائشوں کو اس دن کیوں خیرباد کہہ دیتے ہیں؟ یہ سب رنگ و نسل، علاقہ و زبان، ذات پات وغیرہ کے ہر امتیاز و تعارف سے بالا "ایک" ہو جانے والے کس کی اداؤں کی پیروی کرتے ہیں؟ اس مقام کو کیوں اتنا مبارک جانتے ہیں؟ وہاں کی جانے والی دعا کو کیوں اتنی اہمیت دیتے ہیں؟ کسی اور عبادت کی ادائی پر اس کی نسبت کو اپنے نام کا حصہ نہ بنانے والے وقوف عرفہ کرنے کے بعد تمام عمر "حاجی" کیوں کہلواتے ہیں؟ یہ ماجرا کیا ہے؟

رمضان المبارک، قمری اسلامی تقویم میں نواں مہینا ہے۔ اس مہینے کے آخری یعنی تیسرے عشرے کی پانچ طاق راتیں شب قدر کہلاتی ہیں۔ شب کو عربی میں لیلۃ کہتے ہیں۔ شب قدر کی ساعتیں باقی راتوں سے کیوں زیادہ یا کم نہیں ہوتی، گھڑی کی سوئیاں اپنی چال اس شب میں بدل نہیں دیتیں، مگر شب قدر کے لیے ہر صاحب ایمان کا تصور وہ نہیں جو آخر عشرے کی جفت راتوں کا ہو یا باقی راتوں کا ہو۔ ہر مومن اس رات بے داری کو ضروری جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ غروب شمس سے طلوع فجر تک، یہ کتار شب تا بہ کتار شب، یہ ایک ہی رات ہے لیکن ہزار مہینے (تیراسی برس چار ماہ) کی اس طرح کی مدت سے بہتر ہے کہ ہر دن روزہ رکھ کر راہ خدا میں جہاد اور ہر شب عبادت میں گزاری جائے۔ وہ اس ایک شب کی عبادت کو اس مدت کی ایسی تمام عبادت سے بہتر جانتا ہے کیوں؟ اس لیے کہ اس شب میں نزول قرآن ہوا۔ قرآن کے نزول سے اس شب کو نسبت ہوگئی، یہ شب اس نسبت سے یہ فضیلت پا گئی کہ اپنی مقررہ ساعتوں میں رہ کر بھی ہزار ماہ کی عبادت سے "معمور" ہر اکائی سے بہتر ہوگئی۔ قرآن کا نزول ہر سال نہیں ہوتا مگر رہتی دنیا تک یہ رات ایک بار عطا ہونے والی نسبت کے سبب ہر سال فضیلت و مرتبت کی وہی نوید رکھتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ پورا رمضان بھی صرف اک بار نزول قرآن کے سبب سے جو شرف پا گیا وہ شرف قیامت تک ہر سال ماہ رمضان کے ساتھ لازم و ملزوم ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال کے ماہ صیام کے ایام اور آخری عشرے کی طاق راتوں کی عبادت کو باقی دنوں اور راتوں کی عبادت کے لیے بہتر جانا جاتا ہے، ان ساعتوں میں کی جانے والی دعاؤں کو باقی ساعتوں سے بدرجہا بہتر سمجھا جاتا ہے۔

یوم عرفہ کو حضرت آدم سے نسبت ہے، ماہ صیام اور شب قدر کو نزول قرآن سے نسبت ہے۔ سب دن اور راتیں اللہ کی تخلیق ہیں، مگر اسی کے فرمان سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ فضیلت و مرتبت کے اعتبار سے سب یکساں نہیں۔ جس دن اور رات کو کسی اہم واقعہ یا شخصیت سے نسبت ہوگی اس دن اور رات کا اعتبار سوا ہو گیا۔

یہ پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ تمام کائنات، ہست و بود محض صدقہ و طفیل ہے ذات مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ یہ بھی بات ہے کہ جس ذات کے صدقے معرض وجود اور ظہور میں آنے والوں کی نسبت آتی فضیلت و مرتبت رکھتی ہے، خود اس ذات کا اپنا شرف اور اعتبار کس قدر افضل و اکمل ہوگا اور اس ذات سے نسبت رکھنے والے لیل و نہار کی عظمت و برکت کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔ اس میں شبہ فہم و ادراک ہی کے نقص پر محمول ہوگا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت "جمعہ" کے دن ہوئی، یہی دن ان کی وفات کا بھی دن ہے، مگر ولادت آدم کے سبب "جمعہ" کا دن مومنوں کے لیے رہتی دنیا تک "عید" کا دن ہو گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام صرف ایک ہی بار پیدا ہوئے مگر ہر جمعہ کے دن ان کی ولادت کا جشن منایا جاتا ہے، مومن عبادت گاہوں میں جمع ہوتے ہیں اور حضرت آدم کے خالق کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ لمحہ جس میں تخلیق آدم ہوئی وہ دعا کی قبولیت کا لمحہ قرار پایا۔ شریعت میں وفات کا سوگ صرف تین دن تک روا ہے، مگر ولادت کی خوشی کو دوام بخشا گیا ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت کی خوشی ہر جمعہ منائی جا سکتی ہے اور ان کی ولادت کا دن "عید" کا دن ہے تو جن کے صدقے میں حضرت آدم علیہ السلام معرض وجود میں آئے اس ذات بابرکت کی ولادت کا دن کائنات کے لیے سب سے بڑی خوشی کا دن کیوں نہیں ہو سکتا؟ اس دن کی خوشی ہر سال ہر ہفتے بلکہ ہمہ وقت کیوں نہیں منائی جا سکتی؟

اہل حق کا یہی موقف ہے کہ جس شب اور جس دن کو ولادت مصطفیٰ سے نسبت ہے وہ دن اور رات ہر لیل و نہار سے ہر طرح افضل و اعلیٰ اور اکرم و اشرف ہے۔ یہ بھی اعجاز ہے کہ ولادت مصطفیٰ کے لیے اس ساعت کا انتخاب ہوا جو رات اور دن ہر دو کو شامل ہے۔ اسے بے پایاں نعمت کہیے کہ وہ ساعت رہتی دنیا تک "سہانی گھڑی" اور قبولیت کی ہوئی۔

انہیں معلوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام باغ بہشت سے فروغ نسل انسانی کے لیے جب زمین پر اتارے گئے تو معصوم ہی کا وہ عمل، جو صورۃ خطا تھا اور ان سے بہشت میں سرزد ہو گیا تھا، حالاں کہ قدرت نے خود عصمت نبوت کی گواہی دی اور فرمایا پس توجہ نہ دی آدم کی اور ہم نے آدم میں (خطا کا) ارادہ نہ پایا۔ اس عمل پر ندامت سے اس مقام و مرتبہ اور شان کو نقش دوام بنانے کے لیے تین سو برس سرزمین دنیا کو اپنے دریائے تشویش اشک گوہر افشاں سے ملک بار و شہر بار و لالہ زار بناتے رہے۔ ہر لحظہ عفو و مغفرت کی طلب میں مشغول و مصروف رہتے ہیں زمین پر کوئی انسان اس وقت تک مرتکب معصیت نہیں ہوا، کیوں کہ ابھی زمین پر انسانی صرف وہ دو وجود ہیں، دونوں بہشتی ہیں، ایک معصوم اور ایک مخلوق، ابھی تقویم (کیلنڈر) ترتیب نہیں دیے گئے۔ یہ صرف وہ ہیں، مگر اپنے ہر عمل کو، ہر ادا کو رہتی دنیا تک مثالی اور یادگار رہنا ہے۔ میدان عرفات میں ذوالحج کی 9 تاریخ کو یہ دونوں بہشت سے اترنے کے بعد جمع ہوئے ہیں۔ حضرت آدم جبل رحمت پر سجدہ ریز ہو کر اپنے معبود کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں اس التجا میں رحمت سے التفات ہونے کے بھلے شامل ہیں، حضرت آدم اپنی دعا و التجا کی قبولیت کے لیے ایک ذات کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں۔ اللہ کریم فوراً مہربان ہو جاتا ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے، اے آدم! تم نے جس ذات کا وسیلہ اختیار کیا اس ذات کا تعارف تمہیں کیسے حاصل ہوا؟ حضرت آدم علیہ السلام فرماتے ہیں، اے میرے معبود! جب میری تخلیق ہوئی میں نے آپ کو سجدہ کر کے پیشانی اٹھائی تو ساق عرش پر اور پھر شجر بہشت کے ہر برگ پر یہ کلمہ نقش پایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں نے جانا کہ حضرت محمد ﷺ آپ کے محبوب و مقرب ہیں کہ آپ نے ان کا نام اپنے نام پاک کے ساتھ لکھا ہے اور اس قدر لکھا ہے، اس لیے انہیں آپ کا محبوب جان کر ان کے وسیلے سے آپ کے حضور التجا کی اور یہ کرم ہے آپ کا کہ آپ نے اس وسیلے کی برکت سے میری توبہ قبول فرمائی۔ ارشاد ہوا اے آدم! تم نے درست جانا بلاشبہ (حضرت محمد ﷺ) میرے حبیب ہیں۔ (سنو) اگر میں انہیں پیدا نہ کرتا تو تم نہ ہوتے، اے آدم! تم نے ان کے وسیلے سے صرف اپنے لیے مغفرت چاہی اگر تم تمام زمین و آسمان والوں کے لیے بخشش چاہتے تو ہم سب کو بخش دیتے۔ اللہ اکبر

اولاد آدم اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ میدان عرفات میں تقویم کی ترتیب سے اسی تاریخ میں یکجا اسی ادا سے جمع ہو کر اپنے عصیاں کی معافی اور توبہ کی قبولیت کا سامان ہوتا ہے، وہ سب اسی میدان میں جمع ہو کر اس مقدس ہستی کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں اور صلہ یہ پاتے ہیں کہ جب وہاں سے لوٹتے ہیں تو خطاؤں سے پہلے دن کے نومولود بچے کی طرح پاک ہوتے ہیں۔ یوم عرفہ، حضرت آدم و حوا کی یادگار ہیں اور قیامت تک ہر سال پیش اہتمام سے اسے یاد رکھا جائے گا۔ ہر صاحب عقل و دانش اہل فہم و شعور جانتا ہے کہ یوم عرفہ میں رحمت باری کا خاص نزول ہوتا ہے اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ جھولیاں گوہر مراد سے اور دل نوید رضائے الٰہی سے شاد کام ہوتے ہیں۔ یوم عرفہ، دن کا ذکر ہے اب رات کا احوال ملاحظہ ہو۔

مواہب لدنیہ میں ص 69 پر حضرت قسطلانی فرماتے ہیں: "آپ ﷺ کی ولادت نہ محرم میں ہوئی، نہ رجب میں اور نہ رمضان المبارک اور نہ غیر رمضان المبارک کے اور مہینوں میں جن مہینوں کو شرف ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کو کسی زمانے سے شرف نہیں ملا اور زمانے کو شرف حاصل نہیں مگر آپ ﷺ کی ذات اقدس سے جیسے جگہوں کو آپ (ﷺ) کی ذات مبارکہ سے شرف ہے، ان جگہوں میں مدینہ منورہ ہے کہ آپ ﷺ کی وجہ سے مکہ افضل ہے، اگر آں حضرت ﷺ مذکورہ مہینوں یعنی محرم، رجب اور رمضان المبارک میں پیدا ہوتے جو اہل عرب کے نزدیک بزرگ مہینے ہیں تو البتہ یہ گمان ہوتا کہ ان مہینوں سے آپ ﷺ کی وہ کرامات جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیں وہ ظاہر ہوئیں، اور جس وقت جمعہ کا وہ دن جس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے ہیں، ایک مبارک ساعت کے ساتھ خاص کیا گیا۔ کوئی مسلمان بندہ جمعہ کے دن اس ساعت کو نہیں پاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس ساعت میں کسی خیر کا سوال کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ وہ خیر خاص اس بندے کو عطا فرماتا ہے۔ جس ساعت میں سید المرسلین ﷺ پیدا کیے گئے ہیں اس ساعت کے ساتھ تمہارا کیا خیال ہے (یعنی یہ نہیں ہو سکتا) کہ تم ولادت مصطفیٰ کی اس ساعت میں دعا مانگو اور وہ قبول نہ ہو"۔ ص 72 پر فرماتے ہیں: "آں حضرت محمد ﷺ کی ولادت کی رات لیلۃ القدر سے تین وجوہ سے افضل ہے۔ ان وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت کی رات آپ کی ظہور کی رات ہے اور لیلۃ القدر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔ شرف کی ذات کے سبب جو شے شرف پائے وہ شے اس شے سے اشرف ہوگی جو شرف کی ذات کو عطا کی جائے، اس دعوے میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ (ہر ایک عاقل اس کو تسلیم کر سکتا ہے) اس اعتبار سے آپ ﷺ کی ولادت کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر کو اس سبب سے شرف ہے کہ لیلۃ القدر میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ ولادت کی رات کو آپ ﷺ کے ظہور کے سبب شرف حاصل ہوا ہے۔ آپ اس رات میں پیدا ہوئے ہیں۔ وہ شخص جس کے سبب ولادت کی رات کو شرف حاصل ہوا ہے، وہ ان لوگوں سے افضل ہے جن کے سبب لیلۃ القدر کو شرف حاصل ہوا ہے کہ وہ ملائکہ ہیں، وہ وہ جو اصح اور پسندیدہ مذہب پر ہے (جمہور اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ ہر نبی فرشتہ سے افضل ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ جمیع عالمین سے افضل ہیں اس پر اجماع ہے، اسے امام فخر الدین رازی اور دین سبکی اور سراج الدین بلقینی نے حکایت کیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں محمد ﷺ کی امت پر فضل الٰہی واقع ہوا ہے اور آپ ﷺ کی ولادت شریف کی رات میں تمام موجودات پر فضل الٰہی واقع مبعوث کیا ہے۔ آپ کی ولادت کے سبب اللہ تعالیٰ کی نعمت جمیع خلق پر عام ہوئی ہے اس لیے آپ ﷺ کی ولادت کی رات نفع میں اعم ہے اور لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

"اے وہ مہینہ جس میں رسول ﷺ پیدا ہوئے ہیں تو کس درجہ افضل اور اشرف ہے اور تیری راتوں کی حرمت کتنی وافر ہے۔ گویا وہ راتیں عقد دانہ میں اپنے انوار سے موتی ہیں اور اے مولود کے چہرے افسوس درجہ روشن ہے، پاک ہے وہ ذات اللہ تعالیٰ جس نے حضور ﷺ کی ولادت کو قلوب کے واسطے بہار کیا ہے اور آپ کے حسن کو بدیع پیدا کیا ہے"۔

(مواہب اللدنیہ (سیرت محمدیہ) کے مذکورہ اقتباسات محمد عبد القادر خاں آصفی نظامی مترجم مواہب لدنیہ (محرم ۱۳۳۳ھ) مطبوعہ حیدر آباد دکن سے نقل کیے گئے ہیں اس کتاب پر محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند و مفتی عالی عدالت ممالک سرکار آصفیہ نظامیہ محمد حبیب الرحمن مددگار مہتمم دارالعلوم دیوبند، اعزاز علی، جناب سراج احمد رشیدی، محمد انور مدرسین مدرسہ دارالعلوم دیوبند اور متعدد دیگر علماء کی تقریظی تحریریں درج ہیں) عاشق حبیب باری مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی، مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی ہی نہیں بلکہ محمد بدر عالم میرٹھی، جناب اشرف علی تھانوی، نے بھی اپنی تحریروں میں ولادت مصطفیٰ پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والے مبارک اور پرمسرت واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ رحمت دو جہاں، شفیع عاصیاں، باعث تخلیق کون و مکاں حضور پرنور ﷺ نے منبر اقدس پر رونق افروز ہو کر خود اپنا میلاد شریف بیان فرمایا، اپنے حسب و نسب کا تذکرہ کیا، تحدیث نعمت کے طور پر ان انعامات کا ذکر فرمایا جو اللہ نے ان پر فرمائے۔ مدینہ منورہ آمد پر اصحاب نبوی نے خوشی میں جلوس نکالا، علم بلند کیے اور یا محمد یا رسول اللہ کی ایمان افروز صدائیں بلند کیں، ولادت مصطفیٰ ﷺ کے موقع پر خالق مصطفیٰ کے فرشتوں نے خوشیاں منائیں فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ہوتا ہے۔ ستاروں نے حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مکان اقدس پر سمٹ کر چراغاں کیا۔ بیت اللہ نے جھک کے سلامی پیش کی، فرشتوں نے علم نصب کیے، درود و سلام کے نغمے گائے، یہ سب زبان حال سے بھی کہہ رہے تھے خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی یہ خوشی ہر اس مسلمان کو ہے جو دولت ایمان سے مالا مال ہے، کیوں کہ ایمان، اسلام ہر نعمت اس ذات کا صدقہ ہے جس ذات کے سبب ملنے والی ہر نعمت اس قدر خوشی ہے تو خود اس ذات کی آمد پر کس قدر خوشی ہو سکتی ہے اور اس کا اظہار کا حق کیوں کر ممکن ہے۔

خوشی کے اظہار کا ہر وہ طریقہ جو منع نہیں وہ بلاشبہ جائز ہے۔ روزنامہ "جنگ" لاہور کے جمعہ میگزین 29 ستمبر سے 15 اکتوبر 1989ء کے ص 18 پر جناب عبدالرحمن (جامعہ اشرفیہ لاہور والے) لکھتے ہیں: "یہ قانون یاد رکھیں کہ جائز ہونے کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ اس کام کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل نہیں" اسی اصول اور قانون کے مطابق اہل ایمان اللہ والوں کے دن مناتے اور ان سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ حیرت ہے کہ جو لوگ میلاد النبی ﷺ منانے کو ناجائز کہتے رہے وہ "سیرت النبی ﷺ" منانے لگے، حالاں کہ "سیرت" ہرگز منائی نہیں جاتی، بلکہ اپنائی جاتی ہے۔

سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ ہدایت و راہ نمائی کا سرچشمہ اور آپ کا اسوۂ حسنہ رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے لائق تقلید نمونہ ہے، تعلیماتِ نبویؐ میں ہر دکھ کا مداوا اور ہر دور کے مسائل کا حل موجود ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ دنیا رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کو اپنا کر اسلام کے دامنِ رحمت میں پناہ تلاش کرے

نعتِ رسول مکرم ﷺ

محمد ارشد امام

قریۂ نور کی تنویر میں گم ہوجاؤں
کوئے طیبہ تری تاثیر میں گم ہوجاؤں
کاش کچھ حرف لکھوں ایسے کہ شایاں ہوں انھیں
پھر انہی حرفوں کی توقیر میں گم ہوجاؤں
عالم خواب میں دیکھوں میں سراپا اُن کا
اور اس خواب کی تعبیر میں گم ہوجاؤں
نعت لکھوں میں تری اے شہ والا ایسی
دم بخود گرمیٔ تحریر میں گم ہوجاؤں
طوق، احمدؐ کی غلامی کا میں پہنوں ایسا
زلفِ والّیل کی زنجیر میں گم ہوجاؤں
میں گنہگار، خطاکار، سیہ کار، امامؔ
کاش اُس عفو ہمہ گیر میں گم ہوجاؤں